انسانی حقوق اور ابلاغی حکمت عملی سیرت طیبہ کی روشنی میں

عابدہ پروین

شعبہ شیخ زائد اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

تلخیص مقالہ

خطبہ حجتہ الوداع انفرادی اور اجتماعی اخلاقیات اور اصول شریعت کا ایک جامع ضابطہ ہے۔ اسے حقوق انسانی کا عظیم ترین عالمی منشور بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس خطبہ میں اسلامی اصولوں کا جو احاطہ ہادی کونین ﷺ نے پیش کیا ہے۔ اس میں امن و آتشی، صلح و عاقبت، علم و عمل، رافت و رحمت، عدل و مساوات اور انسانیت کے احترام کا جو پیغام دیا گیا ہے اور جن اصلاحات کو تجویز کیا گیا ہے اس سے جاہلیت کے تمام دساتیر موقوف ہوجاتے ہیں۔ بعثت نبوی ﷺ کے بعد معاشرے میں خودغرضی تھی۔ مال و عزت اور جان اور آبرو کی اور انسانی خون کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ نسل در نسل انتقام کی آگ میں جلنا معمول بن چکا تھا۔ غلام ذلت کے انتہائی درجہ پر انصاف و مساوات سے محروم تھے۔ حضور ﷺ نے ایک ایسا جامع پروگرام کا جو چارٹر فراہم کیا وہ سیاسی مصلحت کا نتیجہ نہ تھا اور نہ ہی کسی وقتی جذبے کی پیداوار یا کسی طبقہ اور گروہ کی طرف سے دباؤ پر جاری ہوا تھا بلکہ یہ انسانی حکومتی، سیاسی، معاشی، معاشرتی حقوق کے محافظ و نگراں کی حیثیت سے ابلاغی عمل تھا۔ اس ابلاغی پیغام کی اہمیت وافادیت کو جدید ابلاغی ذرائع سے کی جائے تو معاشرہ امن کا گہورہ بن جائے گا۔

Abstract

Islam opened the ideas of equality of mankind, human dignity, divine unity and religious tolerance, thereby allowing people to participate in the social, economic, spiritual and intellectual fields. Islam affirms faith in fundamental human rights, in the dignity and worth of the human persons in the equal rights of men and women. This article spells out the meaning of equality and how it can be achieved. Islam give special status to human rights. The concept of human rights with special reference to women rights have been discussed in the light of Khutbatul Hajatul Wida the last message of Prophet (Muhammad Peace be upon him) The Khutaba is the charter of human rights, which give protection to women. The article also describes the communication strategies and sets the role of media in achieving the women's rights in accordance with Qur'an and Sunnah. The means of communication in a society usually reflect the economic, social, political and religions conditions of the society. The communication means to motivate directly. To discharge these functions effectively in Islamic world or community and to achieve human rights, the communication means should have a clear perception about broader Islamic objectives which guide their day to day work.

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ آپ کے عہد میں انسان درجہ تذلیل کی انتہائی پستیوں سے نکل کر آبرومندانہ زندگی گزارنے کے قابل بنا اور اسے اس مثالی معاشرہ وسیاست میں وہ تمام سیاسی وسماجی اور قانونی وثقافتی حقوق عملاً حاصل ہوئے جن کا اس دور، اس زمانے میں تصور کرنا بھی محال تھا۔ اور آپ ﷺ کے دور مبارک میں پاکیزہ الہامی تعلیمات کے زریعے ذہن وفکر کے سانچے بدل گئے اور ایسے انتظامات کئے گئے کہ قتل وغارت گری۔ خون ریزی، دشمنی و عداوت کا ہر دروازہ بند ہوجائے تاکہ معاشرے کا ہر فرد دوسرے فرد کی جان و مال، عزت وآبرو اور شخصی آزادی کا محافظ بن جائے۔

انسانیت کے محسن اعظم پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کی عظمت، احترام اور حقوق پر مبنی نہایت واضح اور ابدی تعلیمات و ہدایت کی روشنی میں حقوق انسانی (Human Rights) کے متعلق وہ دائمی تصور حقوق و فرائض عطا فرمایا جسے بلاخوف تردید انسانیت نوازی اور انسانی حقوق پر مبنی انسانی تاریخ کے حتمی اور دائمی دستاویز کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔

انسانی حقوق کے حوالے سے خطبہ فتح مکہ ۱۰ رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

فتح مکہ کا واقعہ اسلامی حکومت کی تاسیس، امن، آزادی، رواداری، عدل وانصاف اور انسانی مساوات کی حقیقی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے اور اس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر انسانی حقوق (Fundamental Human Rights) سے متعلق تین تاریخ ساز اعلان کئے ہیں جس کی آواز عہد حاضر کی مہذب یورپی دنیا کے ملک فرانس میں یوم انقلاب ۱۸۵۲ء کے موقعہ پر انسانی تاریخ کے اس بے نظیر اور تاریخ ساز دستور بنیادی حقوق خطبہ فتح مکہ ٹھیک سے ۱۲۲۲ء برس بعد سنایا۔[۱]

نبی کریم ﷺ نے بنیادی انسانی حقوق کے اس تاریخ ساز چارٹر کا اعلان ۶۳۰ء میں فرمادیا تھا۔ اقوام متحدہ کا نام نہاد انسانی حقوق کا منشور ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء جسے مغربی دنیا میں انسانی حقوق کی تحریک کا نقطہ ارتقاء Magna Carta ۱۲۱۵ء نقطہ آغاز قرار دیا جاتا ہے۔

۶۳۰ء بنیادی حقوق کے اس اولین تاریخی چارٹر خطبہ فتح مکہ کی اہم دفعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اعلان امن ۲۔ اعلان آزادی ۳۔ اعلان مساوات[۲]

انسانی تاریخ میں حقوق انسانی کی تحریک کے آغاز وارتقاء کا سہرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر ہے۔ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انسانی حقوق کے حوالے سے انتہائی اہم، عملی اور موثر کردار، خطبہ حجتہ الوداع، ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ ۶ مارچ ۶۳۲ء میں نظر آتا ہے یہ تاریخی خطبہ بلاشبہ انسانی حقوق کا اولین، مثالی ابدی اور عالمی منشور اعظم ہے۔

فصاحت و بلاغت کی معراج، انسانیت کی شان، انسانی حقوق کا دائمی نشان یہ عظیم الشان تاریخ ساز خطبہ انسانیت کی عظمت اور تاریخی اہمیت کے باعث حجتہ الاسلام، حجتہ البلاغ، حجتہ التمام اور حجتہ الکمال کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔[۳]

آپ نے خطبہ حجتہ الوداع میں ارشاد فرمایا تھا۔

''لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے''۔[۴]

تم میں سے اللہ سے نزدیک معزز و محترم وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ پس کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہاں مگر تقویٰ کے سبب[۵] نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر اعلان فرمایا: لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو آپس میں ایک دوسرے پر حرام و محترم ہے جس طرح یہ دن محترم ہے۔ یہ مہینہ محترم ہے قیامت تک کے لیے۔[۶] پھر کہا دیکھو میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔[۷]

پھر فرمایا لوگو! میری بات سنو اور سمجھ لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کے لیے (آج کے دن کی طرح) حرام و محترم ہے۔ اس کا گوشت دوسرے مومن پر حرام ہے کہ اسے کھائے پیٹھ پیچھے اس کی غیبت کر کیا وراس کی آبرو بھی دوسرے مومن پر حرام ہے اس پر ہاتھ ڈالے اور اس کی عزت کو پھاڑ ڈالے اور اس کا چہرہ بھی حرام ہے۔ اس پر مارنے اور اسے ازیت پہنچانا بھی حرام ہے۔ اور یہ بھی حرام ہے اسے دھتکارے اور زلیل و خوار کرے۔[۸]

مجھ سے سن لو! تم زندگی گذارو مگر اس طرح کہ ظلم نہ کرنا خبردار ظلم نہ کرنا ظلم نہ کرنا۔[۹]

یہ بھی کہا

پس آپس میں ایک دوسرے کی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔[۱۰]

لوگو سنو اور اطاعت کرو! اگر چہ جو تم پر کوئی ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا جائے جو تم پر کتاب اللہ کو قائم کرے۔[۱۱]

آخر میں فرمایا

اور تم سب عنقریب رب ذوالجلال کے پاس جاؤ گے پس وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا۔[۱۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبے پر غور کیا جائے اور ایک مرتبہ پھر اس وقت اس زمانے کا تصور کر لیا جائے

جب حقوق و مساوات انسانی کا یہ سبق احترام آدمیت کا یہ فرمان اور تکریم انسانیت کا یہ اعلان یا مختصر الفاظ میں یہ منشور انسانیت سرور عالم کی طرف سے جاری کیا جا رہا تھا اور اسے تمدن و معاشرت انسانی کا لازمہ قرار دیا جا رہا تھا اور تاریخ بتاتی ہے کہ اس منشور انسانیت کا اجراء آج سے کوئی ڈیڑھ ہزار برس پہلے اس وقت عمل میں آیا جب دنیا میں کہیں حقوق انسانی کا کوئی یقین کوئی تصور موجود نہ تھا۔[۱۳]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبہ کے بہت سے روشن پہلوؤں میں سے روشن تر پہلو اور نمایاں ترین وصف اس کا انسانی پہلو اور اس کی ہمہ گیریت و آفاقیت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ تمام عالم کے لیے تمام زمانوں کے لیے ہوئی آپ پر ایک عالمی آفاقی کتاب ہدایت کا نزول ہوا اور آپ کی دعوت وتبلیغ کا مقصد آپ کا لایا ہوا پیغام اور آپ ﷺ کا مشن مبارک عالمی انسانی آفاقی نوعیت کا تھا۔ اس لیے ایسے ہمہ صفت، ہمہ جہت رسول ﷺ کی رسالت کا اظہار اور ہادی عالم کی عالمگیر نبوت کا مقصد بھی دراصل ایسے خطاب جامع کی صورت میں ہی موزوں ہوسکتا تھا۔ جسکے آئینے میں ہر زمانہ اپنی تصویر پر دیکھ لے اور جان لے کہ اس دائمی منشور انسانیت کی رو سے وہ شرف آدمیت و انسانیت کی کون سی منزل میں ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسانی حقوق کے حوالہ سے کئے گئے تمام اقدامات اعلانات اور ہدایات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی آپ ﷺ کے قائم کردہ مدنی معاشرہ میں عدل وانصاف اور انسانی مساوات کے زریں اصول پر عملاً نافذ العمل اور آئینی شکل میں اسلامی دستور اور نظام حیات کا جزو لازم بنا دیا گیا تھا۔ بالخصوص عہد نبوی ﷺ کے مدنی معاشرہ، عہد خلافت راشدہ کے فلاحی معاشرہ (۱۱ ہجری تا ۴۰ ہجری) اور بعد میں بھی اسی نظام پر قائم اسلامی ادوار میں اسی طرح نافذ العمل بنایا گیا۔

یہ منشور انسانی حقوق دراصل حقوق انسانی کے اولین اور مثالی علمبردار انسانیت کے تاجدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پوری انسانی دنیا کے اصلاح وفلاح اور حقوق وفرائض کا حتمی اور عملی منشور حقیقتاً مظلوم اور سسکتی اور دم توڑتی طبقاتی اور نسلی و نسبی عصبیتوں کی غیر انسانی اور مظالم تقسیم کی شکار مظلوم انسانیت کے نام تاریخی اور انقلابی فرمان تھا۔ اور اس کی بدولت حقوق و فرائض کا ہمہ گیر اور عالمی انقلاب رونما ہوا۔ جس نے عرب وعجم کی دنیائے انسانیت کو حیات وبقاء کا راستہ دکھا کر بنی نوع انسانی کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کیا اور تمام عالم انسانیت کے لیے تاابد شرف آدمیت واحترام انسانیت کے چراغ روشن کر گیا۔

اس خطبہ کی اصل نوعیت تبلیغ ودعوت حق کا ابلاغ مکمل ہو رہا تھا جس پر بنیادی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مامور کیا گیا تھا اور جس کا اعلان خطبہ کوہ صفا سے ہوا تھا اور اکمال واتمام اس خطبہ حجۃ الوداع پر ہو رہا تھا۔ اس موقع پر ہزار ہا انسان بلکہ لاکھ سوا لاکھ بندگان رب کے مجمع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار دریافت کیا تھا۔

بتاؤ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔

تو تمام لوگوں نے اور تمام حاضرین نے بیک آواز زبان اقرار کیا تھا کہ ہاں بے شک ہم اس کی شہادت یقیناً دیں گے آپ نے اللہ کی امانت ہم تک پہنچا دی اور رسالت و نبوت اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ [۱۴]

اسلام میں ابلاغ کی اہمیت ابتداء سے بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ اسلام کو بطور ایک ضابطہ حیات لوگوں میں متعارف کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم ﷺ تک اپنا پیغام پہنچایا۔ بعد میں اس پیغام کو عام لوگوں تک اس طرح پہنچایا۔ کہ وہ نہ صرف ان کے لیے قابل قبول ہو بلکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج اور طور طریقوں کو چھوڑ کر ایک نئے انقلابی نظریئے کو اختیار کر لیں۔ اسلام کے نظریے ابلاغ کی ابتداء تخلیق آدم سے ہی ہو گئی تھی۔ جب آدم کو فرشتوں کے مقابلے میں فہم و فراست اور ادراک اور شعور کی دولت سے بہرہ ور ہونے کی بدولت سجود ملائکہ ٹھہرا۔ انسانی فضیلت کی ابتداء مطلع ہونے سے ہوئی ہر وہ خارجی کیفیت، حادثہ یا حقیقت جس کے متعلق ہم اپنے حواس سے پتہ چلا سکیں اطلاع کے زمرے میں ہے کبھی دیکھ کر کبھی سن کر کبھی محسوس کر کیا اور کبھی چکھ کر اور سونگھ کر ہم اپنے تجربات میں اضافہ کرتے ہیں۔ اور تجربات سے دوسروں کو آگاہ کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق مناسب مواقع پ اس کا اہتمام کیا۔

اسلامی فلسفہ ابلاغ میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کے مقصد تخلیق کو حاصل ہے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے اور اسے کائنات کے سربستہ رازوں سے تحقیق اور جستجو کے ذریعے سے پردہ اٹھانے کا مشورہ دیا ہے اسلامی نظریہ ابلاغ میں اطلاع کے ذریعے ساکھ (Credibility) کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا عملی نمونہ نبی کریم ﷺ نے اپنے آپ کو صادق اور امین کے طور پر پیش کر کے دکھا دیا۔ اسلام میں قول و فعل کے تضاد کی گنجائش نہیں ہے اور کائنات کو خدا کی مرضی کے تابع سمجھتے ہوئے بغیر کسی ڈر خوف یا لالچ کے ان احکامات پر عمل کرنے کا حکم ہے جو دنیا میں بنی نوع انسان کی بھلائی، امن اور سلامتی کا باعث ہوں اور موت کے بعد آخرت میں خود انسان کی اپنی نجات کا باعث بنیں۔

اسلام کے نظریہ ابلاغ میں بھلائی کو پھیلانے، سچی اور حق بات کہنے اور تمام انسانوں کی برابری اور مساوات کا درس ہے۔ اسلام طبقاتی معاشرے اور اس کے اہل ثروت اور غرباء میں تقسیم اور ان کے ساتھ رویوں میں فرق کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام میں حق اور سچ بات کو کھلے عالم کہنے کی ہدایت ہے جو کچھ انسان کہہ رہا ہو اس کے عمل سے بھی قرآن و احادیث ایسی ہدایت پر ہیں جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ بہتر زندگی گزارنے کے طور طریقے اور اصول بتاتی ہیں۔

اسلامی نظریئے کے مطابق برائی کو پھیلانا اور لوگوں کی عیب جوئی کرنا منع ہے لہٰذا اسلامی نظریہ اطلاع میں آزادی، نیکی

کی تلقین، بھلائی کو پھیلانے اور صداقت کا بول بالا کرنے سے مشروط ہے اور اس سلسلے میں اسلامی نظریہ ابلاغ عوام الناس کو ایسی اطلاعات پہچانا چاہتا ہے جو انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ اطلاعات کا تعلق علم و آگہی سے ہے اور اس لیے اطلاعات کو ہی علم ہی کی طرح روشنی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسلام میں سب سے بہتر اطلاعات خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس وقت بہم پنچائیں جب انہیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اور انھیں کفر اور لاعلمی کے اندھیروں سے نکلنے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچاننے اور اپنی زندگیوں کو دنیا اور آخرت کے لیے خوشگوار بنانے کا از خود کوئی شعور نہیں تھا۔

اسلام ایک دین اور تحریک ہے وہ دنیا میں نافذ ہونے قائم ہونے اور غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ لیکن یہ غلبہ طویل جدوجہد مسلسل تبلیغ اور صبر واستقلال کا متقاضی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجتہ الوداع وہ لفظ آخر ہے جہاں پہنچ کر اس دین اور تحریک کا اتمام واکمال ہوگیا ایک وہ وقت تھا جب کفر غالب تھا لیکن اس وقت جبکہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تقریباً سواڈیڑھ لاکھ انسانوں کا سیلاب حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ۲۳ سالہ دعوت وتبلیغ کے نتائج وثمرات سامنے تھے اور اسلام اپنی روحانی اور عددی قوت دونوں اعتبار سے غالب آچکا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ حق کی ابتداء میں چاہے کتنے مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑے لیکن آخر میں جیت حق کی ہی ہوتی ہے۔ [۱۵]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ (انسانی حقوق کا منشور) خطبہ اسلام کی بنیادی تعلیمات، عقائد وعبادات، اخلاق و معاشرت اور اصول شریعت کا ایک جامع ضابطہ ہے اور انسانیت کے نام آخری رسول ﷺ کا آخری پیغام ہے اور حقوق انسانی کے ایک دائمی اور عالمی منشور کی حیثیت بھی رکھتا ہے جو آج سے کوئی چودہ سو سال پہلے جاری کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبے کا ایک ایک فقرہ اپنے دامن میں گلشن معانی رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کے اس خطبے سے کم نگاہوں میں وسعت نظر پیدا ہوئی۔ انسانیت پر نکھار آیا۔ امن وآتشی، صلح وعافیت علم وحلم، راحت ورحمت، عدل ومساوات کا دورہ ہوا اور لوگ فریب حیات سے گزر کر حقیقت حیات تک پہنچے۔ [۱۶]

نبی کریم ﷺ کا یہ خطبہ محض ایک بڑی مذہبی تقریب ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک مثالی اجتماع بھی تھا۔ جس میں اسلام لانے کی ایک بڑی تعداد داعی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بے مثل کامیابی پر سجدہ شکر ادا کر رہی تھی۔

نبی کریم ﷺ کے اس خطبہ سے جن احکام ومسائل کا علم ہوتا ہے اس کا لب ولباب یہ ہے۔

۱۔ خطبہ اہم اور عظیم الشان مواقع پر دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ خطبہ دیتے وقت کسی بلند مقام یا کسی سواری پر چڑھنا جائز ہے۔

۳۔ اصل مقرر ومخاطب کے علاوہ دوسرا شخص مکبر کی خدمت انجام دے سکتا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو از روئے وراثت، اس کا حق دے دیا ہے۔
۵۔ قرض ادا کیا جائے۔
۶۔ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔
۷۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔
۸۔ مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔
۹۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔
۱۰۔ اچھے کاموں کی تکمیل پر دوسروں کو گواہ بنانا جائز ہے۔
۱۱۔ ایسے رسم ورواج جائز ہیں جو شریعت سے نہیں ٹکراتے۔
۱۲۔ سود قطعی حرام ہے
۱۳۔ انتقام باطل ہے۔
۱۴۔ ایک مسلمان کے لئے امانت ودیانت ضروری ہے۔خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔
۱۵۔ تبلیغ کرنا ایک مسلمان پر واجب ہے۔
۱۶۔ کسی عرب کو غیر عرب کے مقابلہ میں کوئی بڑائی حاصل نہیں۔ [۱۷]

اسلام نے انسانی حقوق کے تعین میں توازن کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ ہی اسلام نے افراط اور تفریط پر مبنی حقوق کا تصور پیش کیا ہے اس چیز کو ملحوظ نہ رکھنے کی بناء پر اعتراضات کئے جاتے ہیں اا ور اسلام کی بعض تعلیمات کو بنیادی انسانی حقوق سے متصادم قرار دینے کی کوشش بھی جاتی ہے۔یورپ کے ایک مشہور مورخ لارڈ ایکٹین نے فرانس کے منشور حقوق انسانی کے متعلق کہا تھا کہ کاغذ کا یہ پرزہ دنیا کے کتب خانوں سے زیادہ وزنی ہے۔لیکن خطبہ حجتہ الوداع ﷺ اس پر بھی بھاری ہے۔یہاں یہ وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ خطبہ حجتہ الوداع نہ تو کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھا نہ کسی وقتی جذبہ کی پیداوار اور نہ منشور کے لفظ سے یہاں یہ سمجھنا چاہئے کہ آپ آج کل کے سیاسی قائدین کی طرح اپنے آئندہ کے کام کا خاکہ اور خطوط واضح کرنا چاہتے تھے۔درحقیقت 23 سالہ دور کا خلاصہ اور دعوت تبلیغ کا تمام صحبت مرتب ہے۔

اسلام سے پہلے تمام مذاہب عالم میں یہاں تک کہ اہل کتاب کی شریعت میں بھی خواتین مظلوم حقیر سمجھی جاتی تھیں۔

لیکن جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر اپنے دین کی تکمیل کی تو اس وقت خواتین کو وہ تمام حقوق عطا فرمائے جو مردوں کو حاصل تھے سوائے ان باتوں کے جو خواتین کے مخصوص مزاج اور ان کے مخصوص نسوانی فرائض و احکام سے متعلق ہیں اور کسی چیز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلام اپنا ایک مخصوص نظام معاشرت رکھتا ہے اس کے مطابق عورت اور مرد کے معاشرتی اور عائلی حقوق اور فرائض متعین کئے گئے ہیں۔ اسلام میں عقائد، عبادات، اخلاق، احکام الٰہی مکلّف ہونے اور ان پر اجر پانے کے معاملے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اسلام نے خواتین کے ساتھ عزت و احترام اور رحم و شفقت کا سلوک کیا ہے۔

اسلام نے آ کر عرب وعجم کی ان زیادتیوں کا خاتمہ کر دیا جو انہوں نے خواتین کے حق میں روا رکھی تھیں وہ انھیں حق ملکیت سے محروم رکھتے تھے۔ خواتین خود اپنے مال کو اپنی مرضی کے مطابق نہیں استعمال کر سکتی لیکن شوہر اپنی بیویوں کی جائیداد میں من مانی کرتے تھے مگر اسلام نے خواتین کو ہر قسم کی ملکیت اور تصرف کا حق دیا مردوں کی طرح انھیں وصیت کرنے اور وارث بننے کا حق بھی دیا بلکہ ان پر یہ اضافہ بھی کیا کہ مردوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ مہر کی شکل میں ان کا حق زوجیت ادا کریں۔ خواہ بیوی مالدار کیوں نہ ہو مگر اس کا اسکی اولاد کا نان نفقہ شوہر کے زمے ہوگا۔ انہیں بھی مردوں کی طرح مزید فروخت اجارہ ہبہ اور صدقے وخیرات کرنے کے حقوق حاصل ہیں۔

بہت سے مغربی افراد اور دوسرے لوگ خواتین کو انسان نہیں بلکہ بے عقل جانور یا شیطان سمجھا کرتے تھے اور بعض اس کی انسانیت میں شک کرتے تھے نبی کریم ﷺ نے آ کر اللہ کے اس فرمان کا اعلان کیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ترجمہ:

اے لوگو: ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ [۱۸]

ایک اور جگہ ارشاد ہے، ترجمہ:

اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے اور اس میں سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ [۱۹]

مغرب اور دوسرے ملکوں میں بہت سے لوگوں کی یہ رائے ہے کہ عورت کا دین و ایمان بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے باضابطہ طور پر انھیں مقدس مذہبی کتابیں پڑھنے سے منع کر رکھا تھا۔ اسلام نے تمام مذہبی معاملات میں مردوں اور عورتوں کو مومنین و مومنات مسلمین و مسلمات کہہ کر یکساں طور پر بلاتفریق خطاب کیا ہے۔ بنی کریم ﷺ پر جو سب سے پہلے

ایمان لائیں۔ وہ ایک خاتون تھیں یہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلہ تھی خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خواتین سے رسول ﷺ کی بیعت کا تذکرہ کیا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے مردوں سے بیعت لی۔ جب قرآن کریم باضابطہ طور پر ایک جلد کے اندر جمع کیا گیا تو ایک خاتون ہی کے پاس رکھا گیا۔یعنی حضرت حفصہ ام المومنین کے پاس اوران کے پاس یہ نسخہ قرآن مجید خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے سے لے کر خلیفہ سوم حضرت عثمان کے زمانے تک دکھارہا۔اور پھر حضرت عثمانؓ نے ان سے یہ نسخہ لے کر اس کی نقلیں مختلف شہروں میں بھیجی۔

قرآن کریم نے نیکی اور بھلائی کی بنیاد پر تمام فرائض اور حقوق کو مردوں کو اور خواتین میں مساویانہ طور پر تقسیم کردیا البتہ گھریلو زندگی کی قیادت مرد کے سپرد کی ہے کیونکہ وہ عورت سے زیادہ کمانے اور حفاظت کرتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

ترجمہ:

نیکی کی بنیاد پر خواتین کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسی ان کی ذمہ داریاں ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت ہے۔[۲۰]

اس درجہ کی تشریح اس طرح سے کی قرآن نے کی ہے: ترجمہ: مرد عورتوں کے نگہبان ہیں کیونکہ اللہ نے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں[۲۱] اسی قیادت کی بناء پر شوہر کے ذمہ بیوی اور اولاد کے اخراجات رکھے گئے ہیں بیوی خواہ مال دار کیوں نہ ہو بلکہ اس کے لیے مہر کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے عورت کے سرپرست اسے ایسے مرد سے شادی کرنے پر مجبور کرتے تھے جس کو وہ ناپسند کرتی تھی یا اگر شوہر طلاق دے دے تو اسے دوسری شادی کرنے نہیں دیتے تھے اسلام نے ان سب باتوں کو حرام قرار دے دیا اور اس بارے میں قرآن وحدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ترجمہ :عورتوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرو اگر تم انھیں ناپسند کرتے ہو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو۔اور اللہ اسی میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھ دے۔[۲۲]

خلاصہ یہ ہے کہ کسی دین یا ملکی قانون نے خواتین کو وہ حقوق اور عزت واحترام نہیں بخشا ہے جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے یہ سب باتیں اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہیں کہ یہ علم وحکمت والے مہربان اللہ کی وحی سے جو اس نے اپنے امی رسول ﷺ پر نازل کی ہے جو ناخواندہ عربوں میں بھیجے گئے تھے۔خطبہ حجتہ الوداع میں نبی ﷺ نے اجتماعی وحدت کے ان دونوں اراکین یعنی مرد اور عورت کی ذمہ داریاں اور حقوق وفرائض کا تعین بہت واضح طور پر کیا ہے ایسی ہدایات دی ہیں جنھیں اختیار کرنے کی صورت میں معاشرہ افراط وتفریط سے بچ کر حسن واعتدال کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔اس لیے لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق وفرائض

پورے کرنے کی ہدایت اور اچھا معاملہ کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اسلام نے نظام اخلاق کا درس دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس خطبے میں معاشرتی نظام اور عائلی نظام دونوں میں امانت دار اور خیانت سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے کیونکہ حقوق وفرائض کا تعین کر دیا گیا ہے۔

ابلاغی حکمت عملی

ابلاغی حکمت عملی کسی قوم کی فکری نظریاتی، ابلاغیاتی اور طبعی ضروریات کے مطابق پالیسی وضع کرنے کا لائحہ عمل ہے جسے مغربی اصطلاح میں Mass Communication Strategy کہا جائے گا۔ اسلامی معاشرے میں ماہرین صحافت و ابلاغیات، اخبار نویس پورے طور پر واضح تصور کے حامی ہیں۔ اس کا ثبوت انکی تحریروں، ان کے تجزیوں اور انکے فہم کی مختلف صورتوں سے ملتا ہے۔ جب ہم اسلامی نظریہ ابلاغ یا اسلامی حکمت عملی پر گفتگو کرتے ہیں تو اس بات کو جانے کیوں فراموش کر دیتے ہیں کہ ہمارے معاشرتی تصورات، نظریات اور اہداف مغرب سے مختلف ہیں تو ہمارے ابلاغیاتی مسائل بھی مختلف ہیں۔ اس لحاظ سے ہماری ضروریات خواہ وہ روحانی ہوں یا مادی، مختلف الاطراف ہیں۔ روایتاً دور غلامی سے اب تک ہمارا ابلاغیاتی ارتقاء کم وبیش انھیں خطوط پر استوار ہے جنھیں مغربی افکار، تجربات اور ایجادات نے پروان چڑھایا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا ادراکی فہم (Congnative Reflection) مغربی انداز صحافت و ابلاغیات کے تابع ہے۔ جب ہم اس سے باہر نکل کر سوچتے ہیں تو ہمیں اخلاقی حوصلہ نہیں ہوتا کہ مغرب کے مسلمہ ا:صولوں سے اصول ابلاغیات سے صرف نظر کریں۔ ہمارے مطالعے کا اصل ہدف یہ ہے کہ ہم اس بات کو ثابت کریں کہ ہماری روحانی اور معاشرتی ضرورتیں اور انکا عملی نظام تصورات اور معاشرتی نظام سے نہ صرف مختلف بلکہ متضاد بھی ہے۔ مثلاً جب ہم زندگی کی بہترین اقدار کا تصور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ انسانی کردار کی بہترین مثال بن کر سامنے آتا ہے جو آپ کا دیا ہوا ضابطۂ حیات ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ازلی اور ابدی ہدایت پر مبنی ہے۔ مشرقین نے مختلف طریقوں سے جن میں تحقیقی اور سائنسی طریقے بھی شامل ہیں، ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہمارے دین اسوہ محمدی ﷺ اور قرآن مجید میں خامیاں تلاش کریں۔ حالانکہ یہ تمام کوششیں ناکام ثابت ہو چکی ہیں اور اس طرح کے شواہد تحقیقی طریقوں سے خود اہل مغرب کے دانشوروں کے ذریعے سے سامنے آچکے ہین جن میں قرآن مجید اور اسوہۂ محمدی میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے جو اختلافات اور تضادات سامنے لائے گئے ہیں وہ اسلام کے عہد ملوکیت کے درباری مورخوں اور روایات نقل کرنے والوں کے جمع کردہ ہیں جوانھوں نے ملوکیت کے دفاع

اوران کے ساتھ تعاون کیلئے پیش کیے لیکن جدید تحقیق سے خود مسلمانوں کے درمیان حقائق معلوم کرنے کے عزم وحوصلے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مغرب نے جتنے بھی تضادات تلاش کئے ہیں وہ ایک عہد فتنہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس پر چوتھی صدی ہجری سے اسکالرز گفتگو کر رہے ہیں کہ یہ فتنہ واضعین حدیث کا پیدا کردہ تھا جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ اصول بھی طے پایا اور جسے تمام مکاتب فکر تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہر بات مسترد کر دی جائے گی جو نبی ﷺ سے غلط طور پر منسوب ہو اور قرآن مجید اسکی تائید نہ کرتا ہو۔ اس بنیادی نقطہ کے بعد ہمارا یہ موقف قابل فہم ہونا چاہیے کہ ابلاغیات چونکہ زندگی کو بہتر بنانے، روشن کرنے، اعلیٰ انسانی اقدار کو عام کرنے، انسان دشمن قوتوں، اعلیٰ اخلاقی اور روحانی اقدار کے خلاف مزاحمت کرنے کا ایک موثر آلہ ہے لہٰذا اس آلے کو اپنے معاشرتی سدھار، ارتقاء اور بہتری کیلئے استعمال کرنا چاہئے اور ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے جس سے یہ مقاصد حاصل ہوں اور ان باتوں کا فکری سد باب ہو جو ہمارے دینی اور سیاسی نظریہ کو نقصان پہنچاتی ہوں۔ اس مقصد کیلئے ہمیں مغرب اور اپنے نظام کے درمیان ابلاغیات کا بغور جائزہ لے کر ان خامیوں کو دور کرنے اور ان اصلاحات کے نفاذ کیلئے ایک لائحہ عمل (حکمت عملی) اور پالیسی وضع کرنی ہوگی۔

اسلام ابلاغ سمیت زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اور اس کا نظام زندگی انسانوں اور انسانوں سے متعلق ماحول اور پیداوار کو بہتر بنانے کا لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔ پورا قرآن حکیم اور اسوہ نبویہ کا پیغام اور نمونہ عمل اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ دینوی زندگی کو بہترین انسانی قدروں کے مطابق مرتب کیا جائے۔ اور اس ضمن میں کسی کوشش کو بروئے کار لائے بغیر نہ چھوڑا جائے۔ حضور کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ بہترین افراد نے متواتر اور مسلسل ایسے نمونے پیش کیے ہس جن میں ابلاغ کاری سب سے نمایاں ہے۔ چناں چہ اسلام یہ کہتا ہے کہ علم سیکھو اور سکھاؤ اور نبی ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں بالخصوص یہ بات کہی کہ میں نے یہاں اللہ تعالیٰ کے پیغام کا جو خلاصہ پیش کیا ہے۔ یہاں موجود ہر شخص ان تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان جو قرآن وسنت پر ایمان رکھتے ہوں وہ نسل در نسل اس نظام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یعنی ان اعلیٰ اقدار کا ابلاغ کراتے رہیں۔ حجتہ الوداع کا خطبہ معروف ہے۔ اس میں سب سے زیادہ جس بات پر زور ہے وہ انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی بہتری کے لیے سرگرم عمل رہنے کا پیغام ہے۔ اور سچائی، راست گوئی، سیدھی راہ، کھانا، اعلیٰ اور مفید تجربات میں دوسرے لوگوں کو شریک کرنا بالکل واضح ہے۔ چنانچہ اسلام ایسے ذرائع ابلاغ کا تصور پیش کرتا ہے جو مفاد پرستی، جھوٹ، فریب، انسانی دشمنی اور انسانی حقوق کی منافی ظلم وجبر لوٹ کھسوٹ اور جبر وستم من جملہ ناانصافیوں کے منافی ہو۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ اپنے دعوؤں کے باوجود محض اپنے مفادات کے لیے سرگرم عمل ہے اور پروپیگنڈہ کے

ذریعے اپنے نظام جمہوریت مادر پدر آزاد غیر اخلاقی بلکہ جنسی بے راہ روی پر مبنی ابلاغیات ونشریاتی مواد کے پھیلانے میں مصروف ہیں۔ان مغربی ذرائع ابلاغ کے زیادہ تر مواد کے منفی اثرات کے بارے میں خود مغربی محققین نے اظہار تشویش کیا ہے ان اثرات کی نشاندہی کی ہے جس سے اعلیٰ انسانی اقدار اور روایات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظام حیات میں فراہم کئے گئے ابلاغی اصولوں کو اختیار کیا جائے۔اور ان تمام اصولوں کو مسترد کیا جائے جن سے انسانی افکار وادراک گمراہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔قرآن مجید میں دیباچے کے طور پر پہلی سورۃ جو شامل کی گئی ہے جس کو سورۃ صلوۃ بھی کہا جاتا ہے اوتمام مسلمان اپنی عبادات اور دعاؤں کا آغاز اس سورۃ سے کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ

ترجمہ:

ہمیں سیدھی راہ میں چلائے رکھ [۲۳]

اور یہ سیدھی راہ زندگی میں اس سچائی کو اختیار کرنے کا نام ہے جو اجتماعی انسانی فلاح و بہبود کے مطابق ہو۔کیونکہ سورۃ الفاتحہ کے آخر میں دعا کو اس آیت پر ختم کیا گیا ہے۔

ترجمہ:

اے ہمارے پروردگار ہمیں ان لوگوں کی راہ پر نہ چلا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو تجھ سے گمراہ ہوئے۔ [۲۴]

اسلام محض ایمان یا تنہا عمل نہیں بلکہ دونوں کو ملا کے نجات کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔اسلام کی نظر میں ایمان اور عمل باہم ایسے لازم وملزوم ہیں جو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے اور نجات اور فلاح کا دارومدار ان دونوں پر یکساں ہے البتہ اس قدر فرق ہے کہ رتبہ میں پہلے کو دوسرے پر فوقیت حاصل ہے۔جن مسلمانوں سے رب تعالیٰ نے دینوی حکومت کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی وہی ہیں جن میں ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دیتا ہوں۔ [۲۵]

دعوت دین انسانوں کا اللہ کے ساتھ صحیح تعلق قائم کرنے کے لیے دی جاتی ہے اور ذرائع ابلاغ اس دعوت کو عام کرنے کے لیے موثر کردار ادا کرتے ہیں۔کیونکہ ان کی مدد سے ایک فرد کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ کسی ایک جگہ بیٹھ کر پوری دنیا سے خطاب کر سکتا ہے اور ان ذرائع سے یہ باور کرایا جا سکتا ہے۔

ترجمہ:

کیا ہم نے انسانوں کو دو آنکھیں نہیں دیں ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور دونوں راستے دکھا نہیں دیئے۔ [۲۶]

ترجمہ:

ہم نے سیدھے راستہ کی ہدایت کردی اب وہ چاہے شکرگزار بنے یا ناشکرا۔ [۲۷]

اگر ذرائع ابلاغ کی مدد سے اسلام کا یہ پیغام مخلوق خدا تک پہنچایا جائے کہ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین رشتہ داررروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خود مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہذا تم اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے نہ ہٹو۔ اگر تم نے لگی پٹی بات کی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔ [۲۸]

درج بالا آیت کی روشنی میں اگر ذرائع ابلاغ کی مدد سے انسانوں میں اتفاق اتحاد وحوصلہ پیدا کرنے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوا ہے کہ ذرائع ابلاغ نہ صرف عوام تک معلومات فراہم کرنے کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ بلکہ عوام میں کام کی لگن اور آگے بڑھنے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ تعمیر نو میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور لوگوں کو مایوسی سے نکالنے اور حوصلہ ولولہ پیدا کرنے اور احساس محرومی ختم کرنے اور خودی کی روح پھونکنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ذرائع ابلاغ کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نہ صرف اسلامی ذہن وکردار کی شکل میں اپنا کردار ادا کریں بلکہ اسلامی اقدار اور اخلاقی تعلیمات کو فروغ دیں۔ تاکہ معاشرے میں اتفاق واتحاد، ایثار وقربانی، صلح امن ومساوات وانصاف اور صداقت کا بول بالا ہو۔ حضورﷺ زندگی کے ہر پہلو میں نمونہ تھے۔ دکھ وابتلا نبی کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ آپﷺ نے ایک اعلیٰ وبے مثال معیار قائم فرمایا۔ آج ہمارے پیغام رساں میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں وہ چودہ سو سال قبل کے پیغام رساں نے اپنی عملی زندگی میں پیش کیں۔ آپﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی جتنی آج ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ کیونکہ اس پیغام کے ذریعے امن عالم قائم ہوسکتاہے۔ صرف عمل کی ضرورت ہے۔ ہمارا ہر قول ہمارے عمل کی تصدیق چاہتا ہے۔ اگر ہم واقعی عاشق رسول ہیں۔ حضورﷺ سے محبت کے دعوے دار ہیں اور خدا کی رضا کے طلبگار رہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ بادی برحق، رحمت العالمین کی مکمل پیروی کریں۔ انہی کی ذات گرامی کو تمام تر دینی ودنیاوی اصلاح کا مرکز بن جائے تاکہ خدا ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شمار

کرے۔ چناں چہ ابلاغ عامہ کے لیے حضور ﷺ کی سیرت میں ہمارے لیے مکمل روشنی وہدایت موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حامد الانصاری غازی، اسلام کا نظام حکومت مکتبہ عالیہ لاہور، 1987ء، ص 207

۲۔ ابن شہام السیر ۃ النبو یہ مصطفیٰ البابی العلمی مصر معر ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء ۴، ۳۵، ۳۶۔

۳۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی بزل القوۃ فی حوارث سنی النبو ۃ ص ۲۷۸۔

۴۔ ابن ہشام، السرۃ النبو یہ، ج ۴ ص ۲۵۰

۵۔ الاعظمی ص ۷، ۸، بحوالہ طبرانی عن العداء بن خالد سنز ص ۴ بحوالہ الامام احمد عن ابی نغر ۃ

۶۔ البخاری، صحیح اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸ء، ج ۱، ص ۲۳۴، ۲۳۵

۷۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۵، ۲۳۴، ۱۲۳۴ ابن کثیر کے ہاں الفاظ یہ ہیں۔ الا! لاترجعو بعدی ضلالاًیغرب بضکم وقاب بعض ۵۷، ص ۱۹۵

۸۔ الاعظمی ص ۸، بحوالا لعشیمی دواہ الطبرانی عن کعب بن عاصم الاشعری (تاریخ یعقوبی کے مطابق روایت ہے۔ ان المسلم اخوالمسلم لایغشه ولا یثغونه ولا یخونه به ولا یحل له دمه ولا شئی من ماله الابطیبته

۹۔ الاعظمی ص ۳، بحوالہ ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۰۱

۱۰۔ ابن ہشام ج ۲، ص ۱۸۵ شبلی ج ۲، ص ۱۶۴ بحوالہ ابن ماجہ وترمذی ابن سعد، الطبقاتی الکبریٰ المجاد الثانی، بیروت، ۱۹۵۷ء

۱۱۔ ابن ہشام ج ۴

۱۲۔ ابن ہشام ج ۴ ص ۲۵۰

۱۳۔ مودودی، سید ابوالعلی مولانا، اسلام میں انسانی حقوق اردو ڈائجسٹ لاہور حقوق نمبر ج ۱۵، شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۵

۱۴۔ مسلم امام ابوالحسن، الصحیح نور محمد اصح المعابع کراچی ۱۹۵۶ء کتاب الحج باب حجتہ النبی ﷺ، ج ۱ ص ۳۹۷

۱۵۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی بعنوان حضورﷺ کا آخری خطبہ اور اس کی تاریخی اہمیت ماہنامہ نادان سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء، ص ۱۴۸۔

۱۶۔ نثار احمد حجتہ الوداع، نقوش سیرتؐ، ستمبر ۱۹۶۸ء، ص ۵۵۸

۱۷۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ

۱۸۔ القرآن سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۳

۱۹۔ القرآن سورۃ النساء آیت نمبر ۱

۲۰۔ القرآن سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۲۸

۲۱۔ القرآن سورۃ نمبر ۵، آیت نمبر ۳۴

۲۲۔ القرآن سورۃ النساء آیت نمبر ۱۹

۲۳۔ القرآن، سورۃ فاتحہ، آیت نمبر ۵

۲۴۔ القرآن سورۃ فاتحہ، آیت نمبر ۷

۲۵۔ القرآن، سورۃ ۲۴، آیت نمبر ۵۵

۲۶۔ القرآن، سورۃ البلد، آیت نمبر ۸، ۹، ۱۰۔

۲۷ القرآن، سورۃ الدھر، آیت نمبر ۳

۲۸۔ القرآن، سورۃ نساء، آیت نمبر ۱۳۵

ڈاکٹر عابدہ پروین بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ شیخ زائد اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔